جس وقت ہندوستان میں یہ اسلامی قانون منسوخ کیا گیا، اس وقت انگلستان میں قانون توہینِ مسیح ملک کا قانون عام اور وضعی قانون تھا اور آج بھی وہاں کے کامن لاء کا حصہ اور مجموعہ قوانین میں شامل ہے جس کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔ قانون توہینِ رسالت ﷺ کے پاکستان میں نافذ ہو جانے کے بعد اب یہ معاملہ افراد کی بجائے عدالتوں کے دائرہ اختیار میں آگیا جو تمام شہادتوں اور حقائق کا جائزہ لینے کے بعد یہ بھی دیکھے گی کہ آیا ملزم کی نیّت توہین کی تھی یا نہیں۔ کیونکہ اسلامی قانون تعزیر کی بنیاد رومن لاء کے برعکس نیّت اور ارادہ پر رکھی گئی ہے جس سے جرم کا تعین ہوتا ہے۔ اس کا ماخذ وہ مشہور حدیث ہے جس میں فرمایا گیا "انما الاعمال بالنیات" اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ اس کے علاوہ شک کا فائدہ بھی اسلامی قانون کی رو سے ملزم کو پہنچتا ہے۔ اس کا مصدر بھی وہ حدیث مبارک ہے جس میں حکم دیا گیا ہے کہ حدود کی سزاؤں کو شبہات کی بناء پر ختم کیا جائے۔ چنانچہ سال ۱۹۹۱ء میں اس قانون کے نافذ ہونے کے بعد آج تک کسی ایک شخص کو بھی توہینِ رسالت کے جرم میں سزائے موت اعلیٰ عدلیہ نے نہیں دی۔ مسیحی برادری کو تو قانون توہینِ رسالت کا خیر مقدم کرنا چاہیے تھا کیونکہ فیڈرل شریعت کورٹ اور سپریم کورٹ کے حتمی فیصلہ کے بعد نہ صرف پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں گستاخی قابل تعزیر جرم بن گیا ہے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تمام انبیائے کرام کی توہین اور اہانت کی بھی وہی سزا مقرر ہے جو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں گستاخی کی سزا ہے۔ مسلمان ان تمام پیغمبروں کا اسی طرح احترام کرتے ہیں جیسا کہ یہودی اور عیسائی کرتے ہیں، اس لیے وہ ان کے بارے میں کسی قسم کی گستاخی کا تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔

ان پیغمبروں کے علاوہ قرآن کے احکام کے مطابق مسلمانوں کو دیگر مذاہب کے پیشواؤں کے خلاف بھی اہانت کی اجازت نہیں اور نہ انھوں نے آج تک ایسی شرارت کی ہے۔ سال ۱۹۸۸ء کا واقعہ ہے، میں یو۔ ایم۔ او کی دعوت پر لندن میں بین الاقوامی اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لیے موجود تھا۔ ان ہی دنوں ماہ ستمبر میں یہودی فلم ساز مارٹن اسکورسس کی انتہائی شرمناک پکچر مسیح کی آخری ترغیب جنسی لندن کے سینما گھروں میں دکھائی جانے والی تھی جس میں جناب مسیح کو ایک آبرو باختہ طوائف کے کوٹھے پر سرگرم اختلاط ہوتے دکھلایا گیا تھا۔ میں نے اسلامک سنٹر میں پریس کانفرنس منعقد کی اور لندن میں مقیم مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اس فلم کے خلاف پرامن احتجاج کریں کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام صرف عیسائیوں ہی کے نہیں، ہمارے بھی واجب الاحترام پیغمبر ہیں جس پر مسلمانوں کے ساتھ رومن کیتھولک چرچ، پروٹسٹنٹس اور بعض یہودی مذہبی گروہوں کے رہنماؤں نے بھی پلازہ سینما کے سامنے پکٹنگ، خاموش احتجاجی مظاہرہ کیا۔ بالآخر وہ فلم فلاپ ہوئی جس کی پبلسٹی پر ہزاروں پونڈ خرچ ہوئے تھے۔ جناب ریاض احمد چودھری نے جو برٹش نیشنل بھی ہیں، ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس کی جانب سے برٹش فلم انسٹی ٹیوٹ کو بلاس فیمی قانون کے تحت کارروائی کا نوٹس بھی دیا

جس کے بعد لندن کے زیرِ زمین اسٹیشنوں سے حضرت مسیح کی طوائف کے ساتھ نیم برہنہ تصاویر کے قد آدم پوسٹر ہٹا لیے گئے۔

مسیحی برادری اور اقلیتی فرقوں کے رہنماؤں اور ان کے پیروکاروں کی نیّت پر ہمیں شبہ نہیں۔ جب وہ ہمارے پیغمبر ﷺ کی توہین و گستاخی نہیں کریں گے تو پھر انہیں ڈر اور خوف کس بات کا ہے۔ کیا قانون بلاوجہ ان کے خلاف حرکت میں آجائے گا؟ یا پھر پاکستان کی اعلیٰ عدلیہ بے گناہ لوگوں کو جو توہین رسالت کے مجرم نہیں، پھانسی کی سزا سنائے گی؟ یا کیا وہ پاکستان میں پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف گستاخی اور توہین کے لیے کھلا لائسنس طلب کر رہے ہیں؟ ان میں کوئی بات بھی قرینِ قیاس نہیں تو اس کی منسوخی کے مطالبہ کا آخر کیا جواز باقی رہ جاتا ہے؟

معلوم نہیں بین الاقوامی اداروں اور حقوق انسانی کی تنظیموں کو پاکستان میں قانون توہینِ رسالت کے بارے میں اتنا تجسس اور ایسی ضرورت کیوں درپیش ہے کہ استفسارات کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ کیا انہیں نہیں معلوم کہ برطانیہ، امریکہ اور بعض سیکولر ریاستوں میں بھی قانون توہینِ مسیح موجود ہے۔ تورات کے قانون موسوی کی رو سے تو پیغمبرانِ قبل مسیح کی توہین کی سزا سنگسار کرنا مقرر ہے۔ انجیل اور کلیسائی قانون کے مطابق بھی یسوع مسیح کی اہانت کی سزا، سزائے موت ہی مقرر ہے۔ شہنشاہ جسٹینین کے دور حکومت میں اہانت مسیح کے جرم کی سزا سزائے موت ہی دی جاتی رہی ہے۔ اسکاٹ لینڈ اور روس میں اٹھارہویں عیسوی صدی تک توہین مسیح کے جرم پر یہی سزا دی گئی۔ روس میں کمیونزم کے آنے کے بعد گو توہین مسیح کا قانون ختم کر دیا گیا لیکن مسیح کے بجائے سربراہ حکومت سے مخالفت کرنے والوں ہی کو نہیں بلکہ اس سے اختلاف رکھنے والوں کو خواہ وہ امریکہ ہی میں کیوں نہ ہوں، موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ اسٹالن نے اپنے مخالفین کو جس بے دردی سے قتل کروایا، اس کی مثال زار روس کی مذہبی حکومت میں بھی نہیں ملتی۔ انگلستان میں اہانت مسیح ملک کے کامن لاء اور وضعی قانون کی صورت میں آج بھی موجود ہے اور بلاس فیمی ایکٹ کے تحت حکومت اپنی رعایا سے ان کے سارے شہری حقوق سلب کرنے کی مجاز ہے۔

معروف شارح قانون پولاک کے مطابق اٹھارویں صدی میں کسی کے خلاف اس قانون کے تحت کوئی کارروائی نہیں ہوئی، اگرچہ برام ویل نے اس کی تردید کی ہے۔ کسی قانون کے تحت کارروائی نہ ہونے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ قانون وہاں سرے سے موجود ہی نہیں۔ یوں تو برطانیہ میں اب توہین مسیح کی سزا سزائے موت باقی نہیں رہی لیکن اب حضرت مسیح کی جگہ شاہ انگلستان اور مملکتِ برطانیہ نے لے لی ہے جن کی مخالفت کی سزا حبس دوام تک دی جا سکتی ہے۔

امریکہ کی متعدد ریاستوں میں جن میں سیکولر ریاستیں بھی شامل ہیں، قانون توہین مسیح رائج رہا ہے۔ اس سلسلہ میں وہاں کی اعلیٰ عدلیہ اور سپریم کورٹ نے بڑے معرکتہ الآرا فیصلے کیے ہیں اور اسے